جناب اختر راہی ایم اے

مسئلہ "قربانی" پر ایک نظر

برصغیر پاک و ہند میں انگریزی تسلط سے دینی محاذ پر جو خرابیاں پیدا ہوئیں، ان میں سے ایک حدیث نبویؐ کا انکار ہے۔ عیسائی پادریوں اور عقل پرست غیر مسلموں نے جب قرآن کریم کے بیان کردہ معجزات اور خوارقِ عادت واقعات پر خود ساختہ اعتراضات کیے تو مرعوب زدہ افراد نے ان ہی کی مذہبی کتابوں سے ترکی بترکی جواب دینے کے بجائے معذرت آمیز پیرایۂ بیان اختیار کیا۔ قرآن کریم کی تاویلات شروع کر دیں مگر ان کی یہ تاویلات اس لیے مضحکہ خیز تھیں کیوں کہ ذخیرۂ احادیث میں قرآن کریم کی تشریح و توضیح ان کی تاویلات کے برعکس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کی صورت میں موجود ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے سرے سے احادیث کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کیے اور حدیث نبویؐ کی صداقت و صحت سے انکار کر دیا۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

حدیث نبویؐ کا انکار اور معذرت آمیز انداز بیان کا آغاز سرسید احمد خاں مرحوم ہی سے ہو گیا تھا مگر اس کے بعد احادیث کی بیخ کنی میں شدت پیدا ہوتی چلی گئی۔ حدیث کے انکار کے ساتھ ہی ارکانِ اسلام۔ نماز۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ وغیرہ کے بارے میں "اصطلاحات" پیش ہونے لگیں۔ اسی "بے قید غور و فکر" نے قربانی سے انکار کر دیا۔

برصغیر میں منکرین حدیث کا سرخیل عبد اللہ چکڑالوی تھا جس نے "اہلِ قرآن" کے نام سے حلقۂ اثر قائم کر لیا تھا۔ چکڑالویوں کے عقاید کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کفر و شرک کے مترادف ہے[1]۔ (نعوذ باللہ) اس کے برعکس عبد اللہ چکڑالوی نے "برطانوی حکومت" کی اطاعت

[1] مناظرہ، بین عبد اللہ چکڑالوی و مولانا ابراہیم سیالکوٹی ص۲۲

کو "مفروض و مکتوب من اللہ" قرار دیا۔ عبداللہ چکڑالوی کی وفات کے بعد اس کے ہم خیال انتشار کا شکار ہوگئے۔ تاہم امرتسر کے مستعد چکڑالوی حضرات نے احمد دین امرتسری کی رہبری میں "امتِ مسلمہ" کے نام سے ایک انجمن قائم کر لی اور عبداللہ چکڑالوی کا نام لیے بغیر اسی فکر کی آبیاری کرتے رہے۔ انجمن کی طرف سے کئی کتابیں شائع ہوئیں اور رسالہ "بلاغ" کے ذریعہ متجددانہ خیالات کی تشہیر ہوتی رہی۔ "بلاغ" کے صفحات پر قربانی کے انکار پر بہت زور دیا گیا۔ "امتِ مسلمہ" اپنے واضح اور دوٹوک موقف کی بنا پر عوام کو اپنا نہ سکی۔ ان کے جانشینوں نے اس سے سبق سیکھا اور محتاط طریقے سے انکارِ حدیث کے فتنے کو آگے بڑھایا۔

اسلم جیراجپوری اور نیاز فتح پوری نے علمی و ادبی رنگ میں اسی تحریک کا آغاز کیا۔ اول الذکر نے "تعلیماتِ قرآنی" کے نام سے قرآن کریم کی آیات کو سیاق و سباق سے کاٹ کر من مانے معنی پہنائے اور ایک نئے اندازِ فکر کی داغ بیل ڈالی اور نیاز فتح پوری تو اس میدان میں کفر و الحاد کی حدوں کو پھلانگ گیا۔ ان تمام منکرینِ حدیث میں بے پناہ اختلافات ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہر ایک نے اپنی ذات کو "عقلِ کل" تسلیم کرتے ہوئے قرآنِ کریم کی "تحریف" کی ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد غلام احمد پرویز نے "طلوعِ اسلام" کے ذریعے انہی خیالات کا اظہار کیا۔ چنانچہ پرویز صاحب رقم طراز ہیں:

"اگر یہ کسی طرح ثابت بھی کر دیا جائے کہ فلاں روایت یقینی طور پر سچی ہے تو بھی اس سے مفہوم یہ ہوگا کہ حضور کے زمانۂ مبارک میں دین کے فلاں گوشہ پر کس طرح عمل کیا گیا تھا۔ اگر ہمارے زمانے کا "مرکزِ حکومتِ قرآنی" سمجھے کہ اس عمل میں کسی رد و بدل کی ضرورت نہیں ہے تو اسے علیٰ حالہٖ رائج کر دے اور اگر سمجھے کہ ہمارے زمانے کے اقتضاءات اس میں رد و بدل چاہتے ہیں تو اس میں رد و بدل کر دے۔" [1]

پرویز صاحب نے حکومت کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ کسی سنت کو بدلنے کا اختیار رکھتی ہے۔ ظاہر ہے کہ حکومت اپنے خود ساختہ "مصالح" کی بنا پر کسی بھی وقت کوئی سنتِ نبوی منسوخ کر سکتی

---

[1] مقامِ حدیث ص۱۲۸

ہے۔ (نعوذ باللہ) پھر پرویز صاحب نے پیش روؤں کے تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے "قربانی" کا انکار شروع کیا۔ بعد میں شاہی مسجد کے سابق خطیب مولوی غلام مرشد کی صورت میں پرویز صاحب جیسے جدید تعلیم یافتہ منکرینِ سنت کو کمک مل گئی۔ مولوی غلام مرشد اپنی تلوّن مزاجی کے پیشِ نظر "قربانی" سے انکار کر بیٹھے۔

برصغیر پاک و ہند میں انکارِ حدیث و قربانی کی مختصر سرگزشت کے بعد قربانی کے تواتر پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔ قربانی حضرت آدم علیہ السلام کے دور سے چلی آرہی ہے اور جملہ انبیائے کرام کے متبعین یہ فریضہ انجام دیتے رہے ہیں۔ قرآنِ کریم میں حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں کی قربانی کا ذکر ان الفاظ میں ہے:۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ ۘ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ ——— [1]

ابن کثیرؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے اس آیت کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ:۔

"ہابیل نے ایک مینڈھے کی قربانی پیش کی اور قابیل نے اپنے کھیت سے کچھ غلّہ بطورِ قربانی پیش کیا۔ حسبِ دستور آسمان سے آگ نازل ہوئی اور ہابیل کے مینڈھے کو کھا لیا مگر قابیل کی قربانی مسترد کر دی"۔

قدیم انبیاء کے دور میں قربانی کے قبول ہونے یا نہ ہونے کی پہچان یہ تھی کہ جو قربانی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوتی اسے آسمانی آگ کھا جاتی۔ قرآن کریم میں واضح اشارہ ہے بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ [2]

امتِ مسلمہ پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانوں میں سے یہ ایک احسان ہے کہ ان کے لیے قربانی کا گوشت حلال کر دیا گیا ہے۔

بعض غیر مسلموں نے عہد نبوی میں اسلام نہ قبول کرنے کا ایک عذرِ لنگ یہ بھی پیش کیا تھا کہ پہلے انبیاء کی قربانی آسمانی آگ کھا جاتی تھی مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسا نہیں ہوتا

---

[1] سورہ مائدہ [2] سورہ آلِ عمران

قرآن کریم نے ان کے عذر کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ جن انبیاء کے زمانے میں قربانی آگ کھا جاتی تھی، ان پر تم کب ایمان لائے؟ تم نے ان کی تکذیب ہی کی تھی اور ان کی جان کے درپے ہوئے تھے، تمہارا یہ بیان حق طلبی نہیں بلکہ حیلہ جوئی کے لیے ہے۔

بائبل میں بھی اس قربانی کا ذکر ہے اور یہود کو قربانی کا حکم دیا گیا تھا۔[1]

یوں تو قربانی حضرت آدم کے دور ہی سے تقرب الٰہی کا ایک ذریعہ ہے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی خاص مقام رکھتی ہے اور اسی کی یادگار مسلمان ہر سال دنیا کے کونے کونے میں مناتے ہیں قرآن کریم کی سورہ صافات میں اس واقعہ کو قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا کہ دنیا کے تمام انسانوں کو بتا دیا جائے کہ:۔

"مجھے میرے رب نے سیدھا راستہ دکھایا ہے اور وہی راستہ درست، صحیح دین اور ابراہیمؑ حنیف کا طریقہ ہے جو ہرگز مشرکوں میں سے نہ تھا۔"[2]

مشرکین کی عبادت غیر اللہ کے لیے تھی اور ان کی قربانیاں بھی معبودانِ باطلہ کے لیے تھیں۔ مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا۔

إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○

اس آیت میں "نسک" سے مراد قربانی ہی ہے۔ اس آیت میں نماز اور قربانی کو اسی طرح ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے جیسے سورہ کوثر میں:۔

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ○

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان ہی احکام کے پیش نظر "قربانی" دیتے تھے۔ صحابہ کرامؓ نے سوال کیا تو فرمایا کہ "یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کی سنت ہے"۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ ہمیں قربانی کے عمل سے کیا ثواب ملے گا؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ "جانور کے ہر بال کے بدلے میں نیکی پاؤ گے"۔[3]

دنیا میں عظیم کارناموں کی یاد میں مجسمے بنائے جاتے ہیں اور یادگاریں تعمیر کی جاتی ہیں مگر ——

---

[1] خروج باب ۱۲ : ۳-۷، خروج باب ۲۰ : ۲۴-۲۶ [2] سورہ انعام [3] مسند احمد

سنگ و خشت کی یادگاریں آخر بے اثر ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اسلام نے حضرت ابراہیمؑ کے اسوہ کی ایسی یادگار قائم کی کہ ہر سال مسلمان کثیر تعداد میں اسی جذبے اور روح کے ساتھ قربانی کا عمل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لیے اپنی عزیز ترین متاع بھی قربان کر دینے سے گریز نہ کرنے کا وعدہ کرتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی حکم کے مطابق جو عمل اختیار کیا وہ متعدد احادیث میں موجود ہے۔

- حضرت عبدؓ اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دس سال مدینہ منورہ میں مقیم رہے، اور ہر سال قربانی کرتے رہے [1]
- حضرت براءؓ بن عازب سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے قربانی کے دن خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ آج کے دن پہلے ہم نماز پڑھتے ہیں اور پھر قربانی کا جانور ذبح کرتے ہیں جس نے اس طریقے کے مطابق عمل کیا۔ اس نے ہماری سنت پالی [2]
- حضرت ابوہریرہؓ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے [3]
- حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ قربانی کے دن اولادِ آدم کا کوئی فعل اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں کہ وہ خون بہائے [4]
- حضرت جابرؓ بن عبد اللہ انصاری سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عیدِ اضحیٰ کی نماز پڑھی۔ جب آپؐ پلٹے تو ان کے سامنے ایک مینڈھا لایا گیا اور آپ نے اسے ذبح کیا [5]
- روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سو اونٹوں کی قربانی دی ترسٹھ اونٹ اپنے دستِ مبارک سے ذبح کیے اور باقی حضرت علیؓ نے۔

مندرجہ بالا روایات اور بکثرت دوسری احادیث سے یہ ثابت ہے کہ قربانی سنتِ رسولؐ ہے یہی وجہ ہے کہ جملہ فقہائے امت کا اس امر پر اتفاق ہے۔

---

[1] ترمذی [2] بخاری، مسلم [3] مسند احمد۔ ابن ماجہ [4] ترمذی [5] مسند احمد

منکرینِ حدیث قربانی کے بارے میں جو خیالات رکھتے ہیں۔ پرویز صاحب کی کتاب "قرآنی فیصلے" سے یہ ہیں:-

- مقامِ حج کے علاوہ کسی دوسری جگہ (یعنی اپنے اپنے شہروں میں) قربانی کے لیے کوئی حکم نہیں [۱]
- تاریخ [۲] سے پتہ چلتا ہے کہ نبی اکرم ؐ نے بھی مدینہ میں قربانی نہیں کی۔ جب حج کے لیے خود تشریف لے گئے تو وہاں جاکر قربانی دی [۳]
- قربانی کا لفظ بھی قرآنی نہیں [۴]

یہ تینوں "مقدمات" قرآن وسنت کے بالکل خلاف ہیں۔ آرٹیکل کی ابتداء میں قرآن وحدیث سے دلائل پیش کر دیے گئے۔ پہلا مقدمہ پرویز صاحب نے اس لیے قائم کیا ہے کہ حج کے مسائل کے ساتھ قربانی کا ذکر ہے۔ اس لیے قربانی اور حج اکٹھے ہیں۔ یہ اس لیے درست نہیں کہ سورۂ کوثر میں قربانی کے ساتھ "حج" کی کوئی قید نہیں۔ نیز اگر پرویز صاحب کی یہ منطق مان لی جائے تو "اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ" سے یہی مراد ہوگا کہ جب تک کسی مسلمان پر زکوٰۃ فرض نہ ہو نماز نہ پڑھے۔

پرویز صاحب نے قربانی کی مخالفت میں "حدیث" سے بھی سند لی مگر غلط۔ حضرت ابن عمرؓ کی روایت پہلے بیان کی جا چکی ہے۔ ابوداؤد سے ایک اور روایت حاضر ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو نصیحت کی کہ وہ انؐ کی طرف سے قربانی کریں اور حضرت علیؓ اس وصیت کے مطابق عمل کرتے تھے۔

قربانی کی مخالفت میں پرویز صاحب اس حد تک چلے گئے کہ "قرآن فہمی" کے زعم کہ دیا کہ قربانی کا لفظ ہی قرآن حکیم سے نہیں لیا گیا۔ حضرت آدم کے بیٹوں کے قصے میں ہے

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا .... الخ

اس آیت کا ترجمہ خود پرویز صاحب نے "ابلیس و آدم" میں یہ کیا ہے۔

" اور ان پر آدم کے دو بیٹوں کا واقعہ بیان کرو جبکہ انہوں نے قربانی کی تو ایک سے قبول کی گئی اور دوسرے سے نہ کی گئی "

---

[۱] ص۵۵ [۲] تاریخ کے لفظ سے پرویز صاحب حدیث مراد لیتے ہیں [۳] ص۵۵ [۴] ص۴۳